انتخابِ کلامِ ناظم

مرتب

شاہد احمد جمالی

ناشر

ایجنسی ہمدرد دواخانہ ۳۱۲، رام گنج بازار، جے پور

فون:2607012

﴿جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ﴾

نام کتاب	:	انتخابِ ناظم
نام مرتب	:	شاہد احمد جمالی
سن اشاعت	:	2011ء
تعداد اشاعت	:	500
اشاعت	:	بارِ اوّل
قیمت	:	-/50 (پچاس روپے)
ضخامت	:	64 صفحات
سائز	:	20x30=16
طباعت	:	گلوبل کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، رام گنج بازار، جے پور فون:- 9460866130, 3215359(0141)
ناشر	:	ہمدرد دواخانہ ۳۱۲، رام گنج بازار، جے پور

ملنے کا پتہ

ایجنسی **ہمدرد دواخانہ** ۳۱۲، رام گنج بازار، جے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زبانِ جے پور

لے دیکھ دکھاتا ہوں میں شانِ جے پور
کہتے ہیں اسے طرزِ بیانِ جے پور
دلّی کی زباں پہ ناز کرنے والے
لے دیکھ سناتا ہوں زبانِ جے پور

☆

پیش لفظ

شاہد احمد جمالی

ناظم سنبھلی جے پور کی ان چنندہ ہستیوں میں سے ایک ہیں جن پر اہل جے پور کو ہمیشہ ناز رہا ہے۔ آپ علامہ اقبال سے نہایت متاثر تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں علامہ اقبال کی چھاپ بخوبی نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی روزمرہ کی زندگی کی عکاسی آپ نے اپنی شاعری میں کی ہے۔ حالانکہ آپ رندانہ شاعری کے لئے مشہور ہیں، لیکن میں نے ان کے کلام کا انتخاب ایک دوسرے پیرائے میں کیا ہے۔

اس سے قبل محترم رضی الدین رضاؔ نے ۲۰۰۱ء میں ''دیوانِ ناظم'' کے نام سے ناظم صاحب کا دیوان اردو اکیڈمی راجستھان کے مالی تعاون سے شائع کیا تھا۔ اصل میں یہ دیوان تو ۱۹۸۵ء میں ہی تیار ہو گیا تھا۔ لیکن بارش کی وجہ سے اس کو کافی نقصان ہو گیا تھا۔ اس کو دوبارہ چھپوانا پڑا، اس کے علاوہ کچھ دوسری رکاوٹیں بھی آئیں، مثلاً رضی الدین صاحب کی بیماری وغیرہ۔ جو کلام اس دیوانِ ناظم میں منتخب کیا گیا تھا۔ اس کلام کے علاوہ ناظم صاحب کا دوسرا کلام اس انتخاب ناظم میں لیا گیا ہے۔

آپ کی ایک خصوصیت کو ظاہر کرنا میرا مقصود تھا، جس پر آج تک کسی کی نظر نہ پڑی۔ اور وہ خوبی تھی، صوفیانہ مزاج، اس کو سامنے رکھ

کر میں نے ناظم صاحب کے کلام کا انتخاب کیا ہے، اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ناظم صاحب علامہ اقبال سے نہایت متاثر تھے۔ ان کے طرز پر آپ نے یہ کلام کہا ہے، اس کے علاوہ ایک عام غریب مسلمان کا درد بھی ناظم صاحب کو بخوبی تھا، اس کی عکاسی بھی نہایت خوش اسلوبی سے کی ہے۔

میرے تایا جناب رضی الدین رضاؔ سے ناظمؔ صاحب کے گہرے مراسم تھے، ان کے دواخانہ پر ہی نشست وغیرہ میں اکثر ناظمؔ صاحب شرکت بھی کیا کرتے تھے۔ ان کی شکل و شباہت میرے ذہن میں بالکل نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ دوسرے حضرات سے سنا ہے کہ ہر کسی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے، زیادہ تر اپنے احباب میں رہنے کی کوشش کرتے اور خود ان کی شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ جے پور کے احباب سے ان کو کتنا لگاؤ تھا۔ ایک بار کچھ عرصے کے لئے آپ اجمیر تشریف لے گئے تھے لیکن وہاں برابر اپنے جے پور کے احباب کو یاد کرتے رہے۔

امید ہے کہ ادبی ذوق رکھنے والے حضرات کو میری یہ چھوٹی سی کاوش ضرور پسند آئے گی۔ اس کے بعد انشاء اللہ ایک اور کوشش کروں گا کہ جناب رشید احمد احمرؔ جے پوری کا مکمل دیوان شائع کروں جو قلمی دیوان کی شکل میں میرے پاس موجود ہے۔

☆☆

کچھ ناظم سنبھلی کے بارے میں

لطیف فہمی

محلّہ بساطیان، جے پور

ملک کے مختلف حصوں سے آکر اردو کے جن قابلِ ذکر قلمکاروں نے گلابی شہر جے پور کو اپنا وطن ثانی بنایا ان میں ناظمؔ عزیزی سنبھلی ایک نہایت معتبر نام ہے۔ میرے آبائی مکان کے پڑوس میں رہائش پذیر ہونے کے باعث میرے والد محترم کے ہم نشست ہونا ظاہر ہے فطری امر ہے۔

جے پور کے ادبی ماحول میں اس وقت کے ممتاز شعراء و ادباء والد صاحب قبلہ کے بے حد قریبی احباب میں شامل تھے۔

ان حضرات کے ساتھ ان کی صبح تا شام صحبتیں رہا کرتی تھیں۔ چونکہ شعر و ادب کا ستھرا ذوق خاندانی وراثت میں شامل رہا ہے لہٰذا والد بزرگوار کے ادبی قرابت داروں کے ساتھ شناسائی اور ان حضرات کا احترام ہم لوگوں کے واسطے واجبات میں تھا۔

باوجود کہ راقم الحروف کا ادبی شعور پختہ ہوتے ہوتے ناظمؔ صاحب کی شمع حیات کی لو زرد پڑنے لگی تھی۔ تاہم ان کی آواز، گفتگو کا تمکنت آمیز Style، ان کی خوش لباسی، غزل سرائی کا منفرد انداز، بذلہ

سنجی اور کبھی کبھی شخصیت کا بھرپور کرّ وفر اور طمطراق، ذہن کے نہاں خانوں میں آج تک محفوظ ہے۔

جہاں تک ناظم صاحب کی شاعرانہ عظمتوں کا تعلق ہے وہ ایک باکمال غزل و نظم گو اور یکتائے زمانہ رباعیات کے خالق تھے۔ ایک طرف انہوں نے غزل کی جمالیاتی حس کو دوام بخشا ہے تو دوسری سمت وہ عصری آگہی کے امین ہیں۔

براہیمی تخیل کی ضرورت ہے دماغوں کو
یہ آتش عصر حاضر کی ابھی گلزار ہوجائے

شعر و ادب کو قدامت اور جدیدیت کے حصاروں سے آزاد کر کے تخلیقی فن کا جائزہ لیا جائے۔ تو تاریخ ادب کا وہ زرّین دور ہمارے سامنے ہوگا جسے مصلحتوں کی بنا پر تنقید کا نشانہ بنانا دور حاضر کے خود ساختہ ناقدین کا محبوب ترین مشغلہ اور آسان ترین فارمولہ ہے۔ ناظم سنبھلی کے تخلیقی فن کی ارتقاء کے حوالے سے جے پور کے قلم کاروں کے معیار، شاعرانہ دبدبہ اور روشن مستقبل کے واضح نقوش دیکھنے کو ملیں گے۔ ان انگنت مفکرانہ تخلیقات کے علاوہ ناظمؔ سنبھلی کی تربیت اور تلمیذ نے جے پور کو فہیم الحسن شمیمؔ جیسا عالمی شہرت یافتہ شاعر دیا۔

جناب مولانا منظور احمد کوثرؔ، احمرؔ جے پوری، عبد الغفور شیداؔ، پنڈت چاند نارائن ٹکو مہرؔ، منشی محمد ایوب خاں فضاؔ، قاضی امین الدین اثرؔ

عثمانی، حافظ محمد ایوب خاں قمرؔ واحدی وغیرہ ناظمؔ سنبھلی کے ہم عصر شعراء ہیں۔ پارساؔ کوثری تو موصوف کے ہمجولی تھے ہی۔

جے پور کے ذرّہ ذرّہ سے محبت کرنے والا یہ بانکا شاعر جب یہیں کی خاک میں ایک روز روپوش ہوگیا تو بالعموم ساکنانِ جے پور اور بالخصوص شعراء نے ناظم کی مفارقت کو یہاں کی اردو شاعری کے ایک نہایت نستعلیق دور کے خاتمہ سے تعبیر کیا تھا............ ''لعل مذاب'' کا خالق آج ہمارے درمیان نہیں مگر ''لعل مذاب'' نظروں کے سامنے موجود ہے۔ نظموں، غزلوں اور رباعیات سے مزین اس شاہکار کو زیور اشاعت سے آراستہ کرنے میں اس کے مرتب کی ذاتی دلچسپیاں اور ناظم سنبھلی کے تئیں سچے لگاؤ کا بڑا دخل ہے اور راجستھان اردو اکیڈمی نے اس ضمن میں مالی معاونت کر کے ریاستی ادب کو محفوظ کرنے کی طرف عملی خدمت کا جو ثبوت فراہم کیا ہے۔ وہ بلاشبہ ایک کارنامہ ہے!!!

☆☆

منشی مظہر حسین ناظمؔ سنبھلی

ڈاکٹر محمد شاہد خاں گڈا تیج
3190، نیموڑیہ ہاؤس، توپخانہ حضوری، جے پور

جے پور میں اُنیسویں صدی کے آغاز سے اُردو شعروادب کی سرگرمیاں شروع ہوچکی تھیں۔ ابتداءً دہلی، لکھنؤ اور دوسرے شہروں سے آنے والے شعراء، اُدباء نے یہاں ادبی سرگرمیوں کو تقویت پہنچائی اور خاص طور پر ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی کے نامور شعرائے کرام نے جے پور میں شعروادب کو اتنا فروغ دیا کہ بقول مولوی عبدالحقؒ لوگ جے پور کو دوسری دِلّی کہنے لگے۔ آہستہ آہستہ جے پور کی سرزمین میں پیدا ہونے والے مقامی شعراء واُدباء بھی منظرِ عام پر آنے لگے اور اُنیسوی صدی کا تیسرا رُبع ختم ہوتے ہوئے جے پور میں ''بزمِ ادب'' کے نام سے راجستھان کی پہلی ادبی انجمن ۱۸۷۲ء میں مولانا سلیم الدین تسلیمؔ کی صدارت میں قائم ہوئی جس میں بیشتر مقامی حضرات ہی شامل تھے اس انجمن کے زیرِ اہتمام ماہانہ طرحی مشاعرے منعقد کیے جاتے تھے وہی زمانہ تھا جب خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوقؔ نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسداللہ خاں غالبؔ، حکیم مومن خاں مومنؔ اور مولانا صہبائیؔ جیسے اساتذۂ فن کے تلامذہ اور اُن کی شعری وراثت کے محافظ ظہیر دہلوی، انورؔ دہلوی، مرزا راقمؔ دہلوی اور میر مہدی مجروحؔ جیسے نامور شعراء جے

پور پہنچے تھے جن کے ذریعہ جے پور میں اساتذۂ دہلی کا سلسلہ تلمذ جاری ہوا اور کسی نہ کسی صورت میں آج بھی جے پور میں مرزا غالبؔ کے تلمذ کا سلسلہ قائم ہے۔

باہر سے آنے والے شعراء کی جے پور میں فائزی کا سلسلہ مسلسل جاری رہا اور اگر میں یہ کہوں کہ آج بھی یہ سلسلہ قائم ہے تو شاید غلط نہ ہوگا اس لیے کہ تقسیم ہند کے بعد جے پور بہت سے شعراء واُدباء کے ترکِ سکونت کرنے کے بعد مختلف مقامات کے اربابِ شعروادب یہاں آکر سکونت پذیر ہوئے اور یہیں کے ہورہے۔ آزادی سے پہلے تک باہر سے جے پور میں آکر سکونت اختیار کرنے والے شعراء میں مظہر حسین ناظمؔ سنبھلی کا نام بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جنھوں نے کلاسیکی اور روایتی غزل سے قطع نظر اپنی رُباعیات، قطعات اور منظومات کے ذریعہ جے پور کے شعراء میں اپنا خاص مقام بنایا تھا۔

منشی مظہر حسین ناظمؔ سنبھلی کی ولادت ۲۱ رستمبر ۱۹۰۰ء مطابق ۱۳۱۸ھ کو سنبھل میں ہوئی تھی، پ کے بزرگ حضرت سید سالار مسعودؒ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے اور یہیں کے ہورہے [۱] سنبھل میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ناظم صاحب ۱۹۱۷ء کو ۱۷ رسال کی عمر میں جے پور میں تشریف لائے تھے۔ شعروسخن سے اُن کی فطری لگاؤ تھا، جے پور کے شعری وادبی ماحول نے اُن کو پروان چڑھایا، اُن کی شاعری کا آغاز ۱۹۱۸ء سے ہوا۔ اوّل قاضی نور احمد تنویرؔ کے شاگرد ہوئے اور ۱۹۲۴ء تک اُن سے اصلاح لیتے رہے، پھر حضرت یوسف عزیز کے شاگرد ہوگئے۔ اسی کے ساتھ شعر گوئی کا سلسلہ بڑھتا رہا اور اتنا لکھا کہ دو دیوان مکمل ہوگئے۔ اُن

[۱] تذکرہ شعرائے جے پور، از مولوی احترام الدین احمد شاغل

کے قلمی نسخے جناب رضی الدین رضاؔ صاحب مرحوم مالک ایجنسی ہمدرد دواخانہ، رام گنج بازار، جے پور کے پاس موجود تھے۔ اُن کا انتخاب ''لعلِ مذاب'' کے نام سے طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اگلے صفحات میں اس پر تبصرہ کیا جائے گا۔

منشی مظہر حسین ناظمؔ صاحب کا انتقال جے پور میں باغ نواب ممتاز ایم آئی روڈ پر ۱۸؍نومبر ۱۹۵۸ء میں ہوا۔ آپ کو آگرہ روڈ قبرستان جے پور میں دفن کیا گیا۔ ناظمؔ صاحب نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

ناظمؔ سنبھلی کا طرزِ بیان نہایت دلکش اور صاف ہے، آپ کے کلام میں مضمون آفرینی اور جوشِ بیان کی بھی صفت ہے۔ رُباعی کہنے پر ماہرانہ قُدرت رکھتے تھے اور غزل کے اشعار بھی تغزّل کی چاشنی سے بھرپور ہیں۔ قُدرتِ ادا کی وجہ سے اُن کے اشعار میں خاص دلچسپی اور تاثیر ہے۔ نموناً یہ شعار ملاحظہ فرمائیے:

محبت میں مجھے آسودگی حاصل نہ ہوجائے
مذاقِ جستجو شرمندۂ منزل نہ ہوجائے

غلط کہ جلوۂ حیرت اثر نے لوٹ لیا
مجھے تو میرے ہی ذوقِ نظر نے لوٹ لیا

نہ جانے کیوں اُسی پر آسماں سے برق گرتی ہے
چمن میں جو نشیمن برق کے قابل نہیں ہوتا

فطرت کا یہ لطیف توازن تو دیکھیے
مجھ کو نگاہ دی اُنہیں عالم شباب کا

ناظمؔ سنبھلی کے کلام میں ایک تازگی کا احساس ہوتا ہے، غزل کے روایتی عناصر سے ہٹ کر اُنہوں نے نئے انداز سے بات کہنے پر توجہ دی۔ وہ گھسے پٹے مضامین پیش نہیں کرتے۔ ناظمؔ سنبھلی قولِ محال کا استعمال بڑی خوبی سے کرتے ہیں۔ جس سے اُن کے اشعار میں نئی طُرفگی آجاتی ہے۔ اِن اشعار میں ناظمؔ سنبھلی نے مطمئن ہونے اور بدگماں ہونے، سرور و خمار کو اِس طرح یکجا کر دیا ہے کہ ایک ہی سکّے کے دو پہلو نظر آتے ہیں۔ اِس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دُنیا کی ہر شے کی طرح فکر و جذبات بھی اضافی ہوتے ہیں۔ یہ دو اشعار ملاحظہ فرمائیے:

میں کس قدر ہلاک نیرنگئ جہاں ہوں
ہر شے سے مطمئن ہوں ہر شے سے بدگماں ہوں

سرور اپنی جگہ محسوس ہوتا ہے خمار اب تو
بہت بے کیف ہو کر رہ گئے لیل و نہار اب تو

ڈاکٹر محمد علی زیدی صاحب ناظمؔ سنبھلی کی غزلوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اُن کی زیادہ تر غزلوں میں نہ معنویت کی تہہ داری ہے نہ ایمائیت، لیکن جہاں انہوں نے طرزِ بیان کی دلکشی، فکر کی بلندی اور معنی آفرینی سے کام لیا ہے وہاں اشعار میں جاذبیت و حسن پیدا ہو گیا ہے'' ۱؎

ناظمؔ سنبھلی کی غزلوں میں سوز و گداز کی بھی کمی نہیں ہے۔ وہ جے پور کے شعراء میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ مولوی احترام الدین شاغلؔ صاحب ناظمؔ سنبھلی کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱؎ ناظمؔ سنبھلی ایک تعارف۔ از ڈاکٹر محمد علی زیدی ''تخلیقات''

’’کلام پرزور ہے، مضمون آفرینی اور بلند پروازی پر طبیعت مائل ہے، نشستِ الفاظ مضبوط، طرز بیان دلکش و صاف ہوتا ہے، صحتِ محاورات و زباں کا خیال رکھتے ہیں‘‘۔[۳]

ناظمؔ سنبھلی کے طرزِ بیان میں ایک نرالی ادا ضرور ہوتی ہے اور یہ نُدرتِ ادا ہی اُنہیں ایک منفرد شاعر بناتی ہے۔ اُن کا لب ولہجہ مختلف ہونے کے باوجود بڑا دلنشیں ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

اتنا نہیں کوئی جو اُنہیں بڑھ کے روک لے
وہ جا رہے ہیں دَرد کا درماں کیے بغیر
جہاں تو مسکرایا اور شگفتہ ہوگئی دُنیا
اشاروں پر ترے چلنے لگی فصل بہار اب تو

ناظمؔ سنبھلی کی میخواری کا اثر اُن کے کلام میں اور خاص طور پر ان کی رُباعیات میں اتنا واضح نظر آتا ہے کہ اگر اُن کو خیامؔ جے پور کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اُن کی رُباعیات پر اگلے صفحات میں تبصرہ کیا جائے گا اُن کی غزلیات میں ذکرِ مے پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

وہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ریا کارانہ زُہد سے بے ریا میخواری اچھی ہوتی ہے۔ خُمریات میں اُن کے اشعار ایک خاص سرور و کیف عطا کرتے ہیں کیونکہ جو بات ذاتی تجربہ کی بنا پر کہی جائے اُس میں تاثیر بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ناظمؔ سنبھلی نے خُمریات پر جو اشعار کہے ہیں اُن کے چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

ترکِ مَے نوشی پہ جب مجبور ہوجاتاہوں میں
اپنی ہی نظروں میں بے مقدور ہوجاتا ہوں میں
چھوڑ دیتاہوں کبھی پینی برائے مصلحت
گاہے گاہے کشتۂ دستور ہوجاتاہوں میں

رِند ہوں پہچانتا ہوں خوب رحمت کا مزاج
معصیت پر اِس لیے مغرور ہوجاتا ہوں میں
ملا ہے بیخودی ہی سے مجھے درسِ خودی اکثر
یہ کیوں چاہوں کہ میری زندگی ہوشیار ہوجائے

یوں تو خم کے خم بھی خاطر میں نہیں لاتاہوں میں
اُن کی نظریں دیکھ کر لیکن بہک جاتاہوں میں
حشر میں ناظمؔ نہ جانے کیا ہو اس سے باز پُرس
دل لرزتاہے مرا بے کیف انساں دیکھ کر

ناظمؔ سنبھلی کے کلام میں وارداتِ قلبیہ کا اظہار بڑے لطیف پیرائے میں کیا گیا ہے۔ اس میں گہرائی، معنویت، سوز وگداز اور تہہ داری کی کمی نہیں ہے۔ خاص طور سے اُن کا انداز دلفریب اور پُر تاثیر ہوتا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

نہ دیکھنے پہ توجہ دلائی جاتی ہے
جو دیکھتا ہوں تو چلمن گرائی جاتی ہے
گمان ہوتا ہے شعلوں پہ مجھ کو شبنم کا
کس احتیاط سے بجلی گرائی جاتی ہے

ناظمؔ سنبھلی کی غزلوں میں سب سے اہم خصوصیت یہی ہے کہ اُن کے یہاں فرسودگی وتقلید کے عناصر اورروایتی انداز کی اُکتا دینے والی یکسانیت بالکل نہیں ہے جس طرح حسرتؔ موہانی نے غزل کو ایک جدید رنگ عطا کیا اور مشاہدات وتجربات قوتِ مشاہدہ اومحاکات سے اپنی غزلوں کو سجایا۔ کچھ یہی انداز ناظمؔ سنبھلی کی غزلوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اُن کی غزلوں میں ایک نیا لب ولہجہ ایک نئی آب وتاب اورا یک نیا رنگ ملتا ہے۔ ان کی ایک مسلسل غزل میں محاکاتی اندازاورتغزّل کی چاشنی کاانداز ملاحظہ فرمائیے:

ہوکے برہم جب نقابِ رُخ اُٹھا دیتے ہیں وہ
اپنے مرکز سے ہر اک شے کو ہٹا دیتے ہیں وہ
سامنے آتے ہی میرے مسکرا دیتے ہیں وہ
اور دیوانے کو دیوانہ بنا دیتے ہیں وہ
دیکھتے ہیں جب مجھے کچھ ہوش میں آتا ہوا
اپنی بزمِ ناز کا پردہ اُٹھا دیتے ہیں وہ
خود نظر آتے نہیں آواز آتی ہے ضرور

کیا خبر ہے کس جگہ چھُپ کر صدا دیتے ہیں وہ
فصلِ گل کی قید ہے ناظمؔ نہ ہے شرطِ خزاں
دل میں جب آتا ہے دیوانہ بنادیتے ہیں وہ

ناظمؔ سنبھلی کی غزل میں حقیقت ومجاز، تخیل وجذبہ اس طرح ملا ہوا ہے جیسے شیروشکر، ناظمؔ کے کلام میں حسن وعشق کی ازلی داستان اپنے تمام جلوؤں کے ساتھ نظر آتی ہے۔ جس کے سرور وکیف کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ جنونِ عشق کی ایسی معرفت بہت کم شعراء کونصیب ہوئی ہے جو ناظمؔ کو حاصل رہی ہے۔ عشق میں جو وارفتگی ناظمؔ کے کلام میں پائی جاتی ہے جس بے خودی کا احساس اُن کے کلام سے ہوتا ہے وہ جے پور کے کم شعراء کے کلام میں ملے گا۔ عشق کی اس بے خودی اور جنون انگیزی کو جس دلکش پیرائے میں پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

ناظمؔ یہی ہے اپنی تو معراجِ جستجو
کھوجائیں ہم پہنچ کے کسی در کے سامنے
اضافہ ہے مری دیوانگی میں
خدا جانے وہ کیا سمجھا رہا ہے
سب طلسم خیال ہے ورنہ
آرہا ہے نہ جارہا ہے کوئی

بے نیازی، بے خودی اور جنوں انگیزی ناظمؔ کے تغزّل کی وہ خصوصیات ہیں جس نے اُن کے کلام کو دوآتشہ بنادیا ہے۔ اُن کی غزلوں

میں فصاحت و بلاغت اور لطافت کے نادر نمونے ملتے ہیں ۔ جے پور کی غزل گوئی میں ناظمؔ سنبھلی کا کلام وہ امتیازی شان رکھتا ہے کہ جس کی چمک دمک ہمیشہ قائم رہے گی ۔ان کے کلام میں سرور وکیف کی ایک دُنیا آباد ہے۔ برجستگی اور بے ساختگی اور ندرتِ ادا وسوز وگداز میں ناظمؔ سنبھلی کا کلام جے پور کے کسی بھی مستند شاعر سے کم نہیں ہے۔

ناظمؔ سنبھلی کے دو ادین کا انتخاب ''لعلِ مذاب'' کے نام سے رضی الدین رضاؔ صاحب مالک ایجنسی ہمدرد دواخانہ جے پور نے مختار پریس دیوبند میں طبع کرا کے شائع کیا ہے۔''لعل مذاب'' کے آغاز میں ناظمؔ کی ۳۶ رُباعیات، ۸۸غزلیات اور۱۳رمنظومات شامل ہیں۔ناظمؔ سنبھلی کی غزلیات پر پچھلے صفحات میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ جہاں تک اُن کی رُباعیات کا تعلق ہے اُن میں خُمریات کا موضوع سرفہرست نظر آتا ہے۔انہوں نے اس موضوع کے الگ الگ پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا ہے مثلاً:

تقسیم سے مقسوم جدا ہے تیرا
تفہیم سے مفہوم جدا ہے تیرا
کیا خاک رسائی کریں فہم و ادراک
تعلیم سے معلوم جدا ہے تیرا

رنج نے گھیرا ہے مجھے یا اللہ
گو دن میں اندھیرا ہے مجھے یا اللہ
پرواہ نہیں شاہوں کی شہنشاہوں کی
ایک آسرا تیرا ہے مجھے یا اللہ

شیشہ ہے نہ ساغر ہے نہ ہے خُم میرا
جو کچھ بھی اثاثہ تھا ہوا گُم میرا
بس اتنا سہارا تھا کہ پڑا رہتا تھا
بستر بھی نہیں دیکھ سکے تم میرا

اُس حُسن مجسّم کی دُہائی یارب
اُس خُلقِ معظم کی دُہائی یارب
اب حد سے گزرتی ہے میری تشنہ لبی
سرکار دوعالم کی دُہائی یارب

سردارِ جوانانِ جناں ہیں شبیر
اور باعثِ ایجاد جہاں ہیں شبیر
اے کوفیو یہ ظلم ہیں کس پر دیکھو
فرزند شہ کون ومکاں ہیں شبیر

فتنہ جو اُٹھا تھا وہ دبا کر چھوڑا
بھڑکا تھا جو شعلہ وہ بُجھا کر چھوڑا
شبیر نے گھر اپنا بگاڑا لیکن
اسلام کو اسلام بنا کر چھوڑا

پیتے ہی بدل جاتی ہے فطرت میری
ہوجاتی ہے شاہانہ طبیعت میری
بن جاتا ہوں فرماں روائے کونین
ہر چیز پر ہوتی ہے حکومت میری

وہ گلشنِ شاداب کہاں سے لاؤں
اور وہ ادب آداب کہاں سے لاؤں
اجمیر میں ہے سب کچھ سہی لیکن ناظم
جے پور کے احباب کہاں سے لاؤں

❀❀

۱؎ تذکرہ شعرائے جے پور ازمولوی احترام الدین شاغلؔ صفحہ ۴۸۸۔تا ۴۸۹

۲؎ مضمون: ''مظہر حسین ناظم سنبھلی مرحوم ایک تعارف'' از ڈاکٹر محمد علی زیدی، مشمولہ ''تخلیقات'' صفحہ ۹۹

۳؎ تذکرہ شعرائے جے پور ازمولوی احترام الدین شاغلؔ صفحہ ۴۸۸۔تا ۴۸۹

ناظم عزیزی سنبھلی

حافظ منظور احمد ادیبؔ (جے پور)

منشی مظہر حسین نام، ناظمؔ تخلص، سنبھل ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم سنبھل میں حاصل کی تیرہ سال کی عمر میں اپنے والد مرحوم کے ہمراہ جے پور آئے۔ان کے والد یہاں کچہری میں عرائض نویسی کرتے تھے۔اپنے والد کی حیات میں اپنی تعلیم جے پور میں مکمل کی، پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔اور اپنے والد مرحوم کی جگہ عرائض نویسی کرنے لگے۔

شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا، جے پور میں ادیب الملک حافظ مولوی محمد یوسف علی خاں صاحب عزیزؔ آگاہی سے استفادہ کیا اور شروع سے آخر تک انہیں سے منسلک رہے۔

ناظم طبعاً شریف انسان تھے۔جن لوگوں سے تعلقات ہوئے ان سے آخر تک اپنے مخلصانہ تعلقات قائم رکھے۔

جہاں تک شاعری کا تعلق ہے ناظم مرحوم ہر صنف سخن میں ماہر تھے لیکن خاص طور پر رباعی سے انکا مزاج ہم آہنگ تھا۔ان کی رباعیاں ان کے فکر وفن کا پرتو ہیں۔

ناظم مرحوم میرے بہت قریب رہے ہیں۔ ایک طویل عرصہ تک وہ میرے ساتھ رہے ہیں۔ میں ان کا مزاج داں رہا ہوں ۔ ناظم صاحب نے

شاعری میں راجستھان میں ایک خاص مقام حاصل کیا اور بہت شہرت پائی ۔

مرحوم کے ہم عصروں میں جو شعراء تھے ان سے بڑی محبت کرتے تھے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ اپنے احباب کے عاشق تھے، ایک بار چند ماہ کے لئے اجمیر چلے گئے ۔ وہاں مولانا قابل اجمیری اور حکیم نظام الدین صاحب و دیگر ہم عصروں سے ان کا خلوص تھا۔ لیکن جے پور کے احباب کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ ایک جگہ خود کہتے ہیں:

''اجمیر میں سب کچھ سہی لیکن - ناظم - جے پور کے احباب کہاں سے لاؤں'' شعر و شاعری کے ہی سلسلہ میں نواب مکرم علی خاں صاحب مکرؔم والی پہاسو کے مصاحب خاص ہو گئے اور ایک عرصہ تک ان سے منسوب رہے۔ ع

وابستۂ دامن مکرؔم ہوں میں

اپنے احباب میں انجم عزیزی (اب پاکستان میں) اور مرحوم احمؔر جے پوری سے بڑی بے تکلفی تھی ۔ گنجائش نہیں ہے ورنہ میں تفصیل سے ان کی حیات اور ان کی شاعری کا احاطہ کرتا۔

سنبھل سے آ کر جے پور میں بسے اور جے پور ہی کی خاک میں روپوش ہو گئے ۔ ان کے فکر و فن کے متعلق کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا ان کا کچھ کلام ایک کتابچہ کی صورت میں آپ کے سامنے ہے، پڑھئے اور اپنی رائے قائم کیجئے، یہ کتابچہ بھی میری کوشش کا نتیجہ ہے ۔ ہوسکتا ہے آئندہ کوئی ضخیم دیوان آپ کے ہاتھوں تک پہنچے۔

☆☆

نعت

بہت بیتاب ہے ذوق نظارہ یا رسول اللہ
تم اس دنیا میں آجاؤ دوبارا یا رسول اللہ

وہیں تم نے دیا اس کو سہارا یا رسول اللہ
جہاں جس نے تمہیں دل سے پکارا یارسول اللہ

بھلا ہم تاب لا سکتے ہیں کیا ، آخر تو بندے ہیں
خدا کو جب نہ تھی فرقت گوارا یارسول اللہ

وہ کشتی کھیلتی ہے موجِ طوفانِ حوادث سے
جسے تم نے دیا کچھ بھی سہارا یارسول اللہ

ہوئی جس کے لئے شیرازہ بندی بزمِ امکاں کی
تمہیں تو ہو وہ حسنِ عالم آرا یا رسول اللہ

تمہارے نام سے آغاز ہو جس کام کا اس میں
نہیں کچھ احتیاجِ استخارا یا رسول اللہ

تمہارے ہی تصرف سے ہر اک ذرّہ زمانے کا
نظر آنے لگا خورشید پارا یارسول اللہ

تمہارا ہی تو سنگِ آستاں ہے جس پہ جھکتی ہے
جبینِ ماہ خورشید و ستارا یارسول اللہ

نظر کے سامنے پھر آپ کا عہدِ رسالت ہو
ہمارا اوج پر ہو پھر ستارا یارسول اللہ

تمہیں سے ہر تمنا ہے دلِ ناظم کی وابستہ
تمہارا ہی اسے اب ہے سہارا یارسول اللہ

☆

نعت

ہم اس کے ہیں جس کی ہے سراپا ذات نورانی
ہم اس کے ہیں نہیں کونین میں جس کا کوئی ثانی

ہم اس کے ہیں جس کا ہے لقب محبوب یزدانی
ہم اس کے ہیں کہ جس نے آل کی، کی ہم پہ قربانی

مجھے پرواہ نہیں گر بحرِ عصیاں میں ہے طغیانی
پہنچ جائے گی ساحل پہ مری کشتی باآسانی

وہ عاصی ہوں کہ جس کی رحمتِ حق خود ہے دیوانی
گناہوں سے نہیں محشر میں کچھ مجھ کو پشیمانی

مراجب کام ہے ناظم محمد کی ثنا خوانی
ہمارے سامنے نارِ جہنم کیوں نہ ہو پانی

بارگاہِ نبوت میں فریاد

حد سے گذرا تری امت کا پریشاں ہونا
صرف اب رہ گیا گم گشتۂ دوراں ہونا
تیرے اسلام کو لے جائیں کہاں شاہ عرب
ہرجگہ جرم میں داخل ہے مسلماں ہونا

بارگاہِ نبوت سے ارشاد ہوتا ہے

تیرے کردار سے ہے تیرا پریشاں ہونا
ورنہ مشکل نہیں مشکل تری آساں ہونا
دونوں عالم پہ حکومت ہو تری اے مسلم
تو سمجھ جائے اگر اپنا مسلماں ہونا

اسلام کا بھولا ہوا سابق یاد کر کے

جاؤ اب اور کہیں تفرقہ ساماں ہونا
غیر ممکن ہے مرا حال پریشاں ہونا
فکر و تشویش نکل جاؤ مری دنیا سے
آ گیا یاد مجھے اپنا مسلماں ہونا

خواہش

دل میں قرآن ہاتھ میں شمشیر براں دیکھنا
عزم و استقلال میں اک جوش ایماں دیکھنا
ظاہری زہد و تقدس کی ضرورت کچھ نہیں
چاہتا ہوں ہر مسلماں کو مسلماں دیکھنا

آدمیت کا فقدان

تیری اس دنیا کو یارب کیا ہوا
اتنی آبادی پہ بھی ویران ہے
آدمی ہی آدمی ہیں ہر طرف
آدمیت کا مگر فقدان ہے

اراکینِ مشیت سے خطاب

کچھ تو بتائیں اراکینِ مشیت مجھ کو
کیوں نہیں ہے کبھی مجھ بندۂ ناچیز کو چین
امتحاں کیوں میرے ایک قدم پر سو سو
میں نبی ہوں نہ علی ہوں نہ حسن نہ حسین

کچھ غم نہیں

روٹھتی ہے مجھ سے دنیا روٹھ جانے دیجئے
اور جو باتیں بناتی ہے بنانے دیجئے
جو بھی کچھ ہونا ہے ہونے دیجئے کچھ غم نہیں
آپ اپنے تیوروں پر بل نہ آنے دیجئے

دورِ حاضر کے مولوی

در پردہ ہیں اب مولویوں کی یہ صدائیں
ہم بیچتے ہیں مول اگر لے کوئی ایماں
خود بر سرِ ممبر ہیں نظر ہے سوئے دولت
اک ہاتھ میں روٹی ہے اور اک ہاتھ میں قرآں

اطمینان

باغباں کیا چیز ہے صیاد کیا
ظلم کہتے ہیں کسے بیداد کیا
ہم نشیمن ہی نہیں رکھتے ہیں
برق کیا اور برق کی افتاد کیا

رند

مے خانے میں اس وقت ہے رندوں کا یہ عالم
مدہوش ہیں یہ جتنے تو اتنے ہی خبردار
موجودہ زمانہ سے ہیں اتنے متاثر
اک ہاتھ میں ساغر ہے تو اک ہاتھ میں تلوار

شاعرِ بے نیاز

فکر فلک و چرخ زبرجد نہیں کرتا
طوفانِ حوادث میں رد و کد نہیں کرتا
آزاد ہوں رہتا ہوں خدا پر ہی میں شاکر
شاعر ہوں امیروں کی خوشامد نہیں کرتا

اپنی حفاظت کے لئے

ابھی اچھی طرح نکلے نہیں تھے بال و پر تیرے
ابھی تو پنجہ صیاد ہی میں قید رہنا تھا
ابھی اپنی حفاظت کے لئے اے بلبل ناداں
قفس ہی میں کوئی دن اور تجھ کو قید رہنا تھا

مطالعہ ماحول

ارے توبہ یہ کیا رفتارِ عالم ہوتی جاتی ہے
شکستہ اب بنائے ربط باہم ہوتی جاتی ہے
خلوص و اتحاد اب اٹھتے جاتے ہیں زمانے سے
مگر ہاں بغض کی بنیاد محکم ہوتی جاتی ہے

❁

بہت دھندلی فضائے گلستاں معلوم ہوتی ہے
وہ رنگینی وہ نزہت اب کہاں معلوم ہوتی ہے
نشیمن بھی چمن بھی پھول بھی ہیں سب یونہی قائم
مگر پھر بھی جدھر دیکھو خزاں معلوم ہوتی ہے

☆☆

حضور کی ولادت

تبسم ہی تبسم ہے فضائے نور منظر میں
ترنم ہی ترنم ہے ہوائے روح پرور میں
کبھی دیکھا تھا جن کو صرف موسیٰ کی نگاہوں سے
انھیں جلوؤں کی بارش ہو رہی ہے آج گھر گھر میں

❁

سرمایہ دار

یہ جبر یہ غرور ہے فرعون وار کیا
یہ شان یہ شکوہ یہ غرور و وقار کیا
مزدور کے لہو کی ہیں پرور دگاریاں
ورنہ ہے زندگانی سرمایہ دار کیا

❁

رباعی

اے واعظو! کیا وعظ یہ فرماتے ہو
مے پینا میرا حرام بتلاتے ہو
اس جرم میں دونوں ہیں برابر کے شریک
فرق اتنا ہے میں پیتا ہوں تم کھاتے ہو

دیگر

اٹھ اے مسلم تو اب اس خوابِ غفلت میں پڑا کیا ہے
سنبھل اور دیکھ موجودہ فضا کا اقتضا کیا ہے
تیرے ماحول پر چھائی ہوئی ہے شمریت ہر سو
فضائے کربلا سے عصرِ حاضر کی فضا کیا ہے

مسلم سے خطاب

زمانہ تیرا دشمن ہو رہا ہے
مگر تو وقت اپنا کھو رہا ہے
یہ بیداری ہے تیری آہ مسلم
کہ جیسے کوئی غافل سو رہا ہے

نہ بیکار ہے اور نہ باکار ہے تو
نہ غفلت زدہ ہے نہ ہشیار ہے تو
عجب حال ہے مسلم ہند تیرا
نہ خوابیدہ ہے اور نہ بیدار ہے تو

جنت شملہ

بیواؤں ، یتیموں نہ یسیروں کے لئے ہے
ناداروں ، غریبوں نہ فقیروں کے لئے ہے
اے کاش اُسے پھونک دے بجلی کوئی آکر
یہ جنت شملہ جو امیروں کے لئے ہے

❁

شملہ کی پُر از بادہ گھٹاؤں میں لگے آگ
اس کی خنک و سرد ہواؤں میں لگے آگ
چھو سکتی نہ ہوں جن کو غریبوں کی نگاہیں
ان کیف در آغوش فضاؤں میں لگے آگ

❁

رباعی

ہر ایک خوشی اور ہر اک غم ہے گناہ
پھر بھی میرے نزدیک ابھی کم ہے گناہ
کس طرح بچوں یہ تو بتادے واعظ
میں آدمی ، اور فطرت آدم ہے گناہ

دخترِ اسلام

پوچھنا کیا ایک بیٹی کے لئے کیسی ہو وہ
دے خدا اس کو اگر توفیق تو ایسی ہو وہ

فائدہ حاصل کرے صرف اس قدر تعلیم سے
دور کردے خانگی تفریق کو تنظیم سے

ان سے واقف ہو جو ہیں سطحی امور مذہبی
قلب میں روشن ہو اس کے شمع نور مذہبی

معدن تہذیب ہو اور مرکز اخلاق ہو
اور امورِ خانہ داری میں وحید و طاق ہو

حاصلِ پردہ ہو پابند صلوٰۃ و صوم ہو
یعنی فخر خاندان ہو افتخارِ قوم ہو

ان فرائض کے ادا کرنے میں گذریں تاحیات
اور گزرے کچھ عبادت اور کچھ سونے میں رات

دل میں اس کے جذبہ ہمدردی و ایثار ہو
اپنوں کی ہمدرد کیا غیروں کی بھی غمخوار ہو

دوسروں کا حالِ بد سن کر بجائے خرّمی
درد سے لبریز دل ہو اور آنکھیں شبنمی
دل میں ہو اپنے سے چھوٹوں کی محبت کا خیال
اور بڑے بوڑھوں کی ہو تعظیم و عظمت کا خیال
خادمہ اپنے بڑوں کی اور چھوٹوں کی شفیق
ہو خوشی یا غم رہے اپنے عزیزوں کی رفیق
اپنی ذاتی شہرتوں کا اس کو جتنا پاس ہو
عزت اجداد کا بھی اتنا ہی احساس ہو
قہقہوں کے وقت لب پر اک تبسم چاہئے
کچھ گرانی نہ ہو جس سے وہ تکلم چاہئے
گفتگو سنجیدگی کی اک حسین تصویر ہو
یعنی معمور متانت شوخی تقریر ہو
برہمی کے وقت بھی ہو بات اس انداز سے
گھر کے باہر کی فضا واقف نہ ہو آواز سے
الغرض ایسی ہو وہ گھر کے ادب و آداب میں
اک شگفتہ پھول جیسے گلشنِ شاداب میں

لیکن............

لیکن ایسی بھی نہ ہوجائے کہ وقت احتیاج
پھول جیسا نرم و نازک ہی رہے اس کا مزاج

یعنی جب دنیا میں ہو پیہم بلاؤں کا نزول
وہ رکھے اس وقت بھی قائم وہی اگلے اصول

ملک و ملت کے سر پر کچھ مصیبت ہی رہے
یہ مگر اس وقت بھی بس گھر کی زینت ہی رہے

فتنے ہی فتنے ہوں جب دنیا میں باہر ہر طرف
کردے فوراً روایات سب قدیمی برطرف

حادثے فرصت نہ دیں جس وقت تو ایسا بھی ہو
مقتضی جب وقت ہوجائے تو بے پردہ بھی ہو

ملک و ملت پر اگر ہوجائے یہ دنیا اتنی تنگ
اس کو لازم ہے کہ یہ ہوجائے آمادہ بہ جنگ

ہو یہ موقعہ تو بہن بن جائے یہ جرّار کی
سامنے صورت ہو خولہ کے حسیں کردار کی

چاہئے نسوانیت کی باگ اس دم پھیرنی
اس کو لازم ہے کہ یہ بن جائے بھوکی شیرنی

اس کا یہ مطلب نہیں تلوار ہی لے ہاتھ میں
بلکہ وہ خدمت کرے جو کرسکے ساتھ میں

کچھ نہ ہو تو تشنگانِ جنگ کو پانی پلائے
اور مجروحین کے زخموں پہ مرہم ہی لگائے

جو شہادت پا چکے ہوں ان کو دفنادے وہیں
جس طرف موقعہ ملے لاش ان کی دفنا دے وہیں

ایسی صورت ہو تو کچھ پرواہ نہ سر کی چاہئے
دخترانِ ہند کو تقلید لڑکی چاہئے

کوئی بھی مانع نہیں اس مسلکِ آزاد کا
اک حسین پہلو ہے یہ بھی عزت اجداد کا

☆☆☆

شام

فضا دھندلی ہوئی خورشید ڈوبا وقت شام آیا
ہوا دن ختم اور تاریکی شب کا پیام آیا
پرندے جارہے ہیں اڑ کے اپنے آشیانوں میں
چلیں کھیتوں سے گھر اپنے یہ چرچے ہیں کسانوں میں
ادھر ہے مسجدوں میں شور مغرب کی اذانوں کے
ادھر کھولے گئے دروازے رحمت کے خزانوں کے
وہ رحمت کے خزانے عرفیت میخانہ ہے جن کی
جہاں تاریک راتیں بھی ہیں جلوہ ریزیاں دن کی
جہاں کے جہل پر علم و ہنر قربان ہوتے ہیں
جہاں مشکل سے مشکل مرحلے آسان ہوتے ہیں
جہاں پر رہتے ہیں انسان بے نیاز آرزو ہوکر
جہاں چنگیز و نادر آتے ہیں درویش خو ہوکر
جہاں سر کچلا جاتا ہے غرور و کبر و نخوت کا
جہاں اترا ہوا رہتا ہے چہرہ بربریت کا
جہاں شاہوں سے افضل شان ہوتی ہے گداؤں کی
جہاں ہوتی ہے دولت ٹھوکروں میں بے نواؤں کی

جہاں سب آ کے شانِ بذل درویشاں دکھاتے ہیں
کہ خود پیتے ہیں پیچھے پہلے اوروں کو پلاتے ہیں

یہ عالم اب کہاں ناظم مقدس بارگاہوں میں
شوالوں ، مندروں میں ،مسجدوں ، خانقاہوں میں

یہ ساری بارگاہیں اب ریاکاری کا مرکز ہیں
ریاکاری و عیاری و مکاری کا مرکز ہیں

یگانے بھی یہاں تو آہ بیگانوں سے بدتر ہیں
یہاں کے آدمی در اصل حیوانوں سے بدتر ہیں

یہ دنیا در حقیقت آدمیت سے ہوئی خالی
مروّت سے اخوت سے محبت سے ہوئی خالی

شعور آدمیت سے ہے اب انسان بیگانہ
کسی کو بھی نہیں انسانیت کا یاد افسانہ

نہ آبادی میں ملتا ہے نہ ویرانے میں ملتا ہے
اگر انسان ملتا ہے تو میخانے میں ملتا ہے

رباعی

آ ہوش میں توحید کے فرزندِ رشید
اس وقت زمانہ ہے بہت سخت و شدید
ہر سطحِ زمیں ملک کی ہے کوفہ و شام
ہر شخص ہے تیرے لئے اب شمرو یزید

☆

یہ نغمہ گری بہ لحنِ داؤد اس وقت
بے سود ہے بے سود ہے بے سود اس وقت
ہر دل میں ضرورت ہے کہ ہو سوزِ خلیل
بھڑکی ہوئی ہے آتشِ نمرود اس وقت

☆

گو فقر نے گھیرا ہے مجھے یا اللہ
گو دن میں اندھیرا ہے مجھے یا اللہ
پرواہ نہیں شاہوں کی شہنشاہوں کی
اک آسرا تیرا ہے مجھے یا اللہ

☆

☆

اس حسنِ مجسم کی دہائی یارب
اس خلقِ معظم کی دہائی یارب
اب حد سے گذرتی ہے مری تشنہ لبی
سرکارِ دوعالمؐ کی دہائی یارب

☆

دینداری کے پردے میں سیہ کاری ہے
یہ حسنِ عبادت نہیں عیّاری ہے
جس زہد سے آتی ہے ریا کی بو باس
اس زہدسے افضل میری مے خواری ہے

☆

صحرا پہ کیا ، صحن چمن کو قربان
خاروں پہ کیا ، سرود وسمن کو قربان
ناظم سا بھی ہوگا نہ کوئی دیوانہ
غربت پہ کیا اپنے وطن کو قربان

☆

☆

رحمت کا کسی طرح سزاوار نہیں
میراث کا آدم کی وہ حقدار نہیں
جس شخص کی بے داغ جوانی گزری
اس سا کوئی دنیا میں گنہ گار نہیں

☆

مقبول بھی کوئی اشارا نہ ہوا
منظور کوئی عذر ہمارا نہ ہوا
ہم نے تو بہت چاہا کہ توبہ کرلیں
ساقی کی نگاہوں کو گوارہ نہ ہوا

☆

غزل

یہ مانا میں حدودِ ہوش میں داخل نہیں ہوتا
کسی کی یاد سے لیکن کبھی غافل نہیں ہوتا

سمجھتاہوں تری مجبوریاں تخلیق پراپنی
تیرے بارِ محبت کا کوئی حاصل نہیں ہوتا

نہ جانے کیوں اسی پر آسماں سے برق گرتی ہے
چمن میں جو نشیمن برق کے قابل نہیں ہوتا

یہ ماحول کشاکش اور میں تو بہ ارے توبہ
مری دنیا میں ذکر کشتی وساحل نہیں ہوتا

وہ جس کا ڈوبنا ہی بحرِ غم میں پار اُترنا ہے
اسے کیا غم کہیں ہوتاہے یا ساحل نہیں ہوتا

رُباعی

کیا شے ہے وقار اور وجاہت کیا ہے
اعزاز کسے کہتے ہیں دولت کیا ہے
ان سب کو گرادو گے نظر سے اپنی
جب تم یہ سمجھ لوگے محبت کیا ہے

غزل

کم از کم یہ مذاق دید کا معیار ہوجائے
نظر اپنی جگہ خودہی جمال یار ہوجائے
کوئی خود ہی اُٹھادے گا حریمِ ناز کے پردے
اگرذوقِ نظر اپنی جگہ خود دار ہوجائے
ملا ہے خودی ہی سے مجھے درسِ خودی اکثر
یہ کیوں چاہوں کہ میری زندگی ہشیار ہوجائے
براہیمی تخیل کی ضرورت ہے دماغوں میں
یہ آتش عصر حاضر کی ابھی گلزار ہوجائے
گرائیں بجلیاں تو ہوش پردہ کیف بارآنکھیں
مگر ناظم قصور بادۂ گلنار ہوجائے

رُباعی

گر دیکھ نہیں سکتا محبت سے نہ دیکھ
اور تو نگہ لُطف عنایت سے نہ دیکھ
خورشید نہیں ہوں تو ذرّہ بھی نہیں
اے دوست مجھے چشمِ حقارت سے نہ دیکھ

☆

نوجوان سے خطاب

قدم آگے بڑھا اے نوجواں اب دیکھتا کیا ہے
ذرا تو دیکھ ملک و قوم پر نازل بلا کیا ہے
مشیت پر نظر رکھ اور بھنور میں ڈال دے کشتی
خدا جب ساتھ ہے تیرے تو فکرِ نا خدا کیا ہے

☆

رُباعی

اچھا برا کیسا ہی نظر آتا ہے
جیسے تو تیسا ہی نظر آتا ہے
جس دیکھنے والے کی نظر ہے جیسی
ناظم اسے ویسا ہی نظرآتا ہے

☆

کلفت ہو میسّر تو مسرت سمجھو
اس دور میں تکلیف کو راحت سمجھو
اے ہم نفسو پوچھتے کیا ہو احوال
جو دم بھی گزر جائے غنیمت سمجھو

☆

غزل

جہاں تک وہ نگاہِ التفات آمیز تھی اپنی
وہیں تک زندگی تھی در حقیقت زندگی اپنی

بقدر شوق ہوتی ہے وہیں بادہ کشی اپنی
جہاں ساقی بھی ہو اپنا مئے گلرنگ بھی اپنی

عروج ہے خودی اپنا نہ معراجِ خودی اپنی
ارے توبہ یہ کوئی زندگی ہے زندگی اپنی

کسی کی یاد آتی ہے تو یہ محسوس کرتاہوں
کہ جیسے میں نے پالی کوئی شے کھوئی ہوئی اپنی

سمجھ لیتے ہیں وہ شرح جفا اپنی معاذ اللہ
سناتاہوں اگرمیں داستانِ غم کبھی اپنی

نہ پوچھ اے ہم نشیں گرتی ہیں کتنی بجلیاں دل پر
مجھے یاد آتی ہے جب زندگی گزری ہوئی اپنی

کسی کو کیا خبر دل پر کسی کے کیا گزرتی ہے
حقیقت جانتا ہے آپ ہی کچھ آدمی اپنی

غزل

شراب کیا کوئی یونہی لُٹائی جاتی ہے
جو اہل ہوتے ہیں ان کو پلائی جاتی ہے

گماں ہوتا ہے چنگاریوں پہ شبنم کا
کس احتیاط سے بجلی گرائی جاتی ہے

ملے گی بادہ کشوں میں خلوص کی دُنیا
یہ چیز اب ان ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے

کبھی تو اس پہ ہوا خود گامزن واعظ
عمل کی راہ جو مجھ کو بتائی جاتی ہے

شراب ہی نہیں کچھ وجہ بیخودی ناظم
کسی نگاہ کی سازش بھی پائی جاتی ہے

رُباعی

تقسیم سے مقسوم جدا ہے تیرا
تفہیم سے مفہوم جدا ہے تیرا
کیا خاک رسائی کریں فہم و ادراک
تعلیم سے معلوم جدا ہے تیرا

☆

قطعہ

آنکھوں میں اشک بھی ہیں مرے لب پہ آہ بھی
اور دل میں ٹیس بھی ہے مسلسل کراہ بھی
یہ بھی کرم ہے تیرا ہی اے دوست شکریہ
کس کو نصیب ہے تری برہم نگاہی

☆

☆

اک جوشِ عمل دل میں نہاں رہتا ہے
بجلی کی طرح شعلہ بہ جاں رہتا ہے
احساس ہی پیری کا ہے پیری ورنہ
ہر عمر میں انسان جواں رہتا ہے

☆

اتنا تو بتادے مجھے تو اے معبود
کیا اس کی ضرورت ہے یہ کیوں ہے موجود
افلاس کے مارے ہوئے انسان کی جب
ہر بات برابر ہے عدم ہو کہ وجود

☆

شکوہ گردشِ حالات

گئے وہ دن جو رہا کرتے تھے مسرور سے ہم
اب مسرت کی حدوں سے ہیں بہت دور سے ہم
سامنے اپنے سبھی کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں
ہو کے اب رہ گئے اک دیدہ بے نور سے ہم
تھے زبانوں پہ ہماری بھی نغماتِ خوشی
اب تو فریاد سے ہر وقت ہیں معمور سے ہم
تھا کبھی جرأت و ہمت پہ بہت ناز ہمیں
اور اب جرأت و ہمت سے ہیں معذور سے ہم
اُڑ کر اس شاخ سے اس شاخ پر جا سکتے نہیں
بال و پر رکھتے ہوئے بھی ہیں مجبور سے ہم
کیا ستم ہے کہ زبانوں پر انا الحق بھی نہیں
پھر بھی ہر دم بہ سرِ دار ہیں منصور سے ہم
ناظم اب تو ہیں حقیقت میں بقول شبلی
جیتے جی مردہ سے مرحوم سے مغفور سے ہم

غزل

نہ حوادث سے ہی دبتا ہے نہ طوفانوں سے
آدمی جب کبھی دبتا ہے تو احسانوں سے

وہی غنچے وہی گل ہیں وہی نکہت لیکن
بلبلیں کیوں اُڑی جاتی ہیں گلستانوں سے

ان کی تشویش و تفکر کچھ اُن ہی سے پوچھو
جن کو خطرہ ہو خود اپنے ہی نگہبانوں سے

گھر ہمارے ہی بگڑ کر یہ بنے ہیں سارے
دل ہمارا یونہی مانوس ہے ویرانوں سے

مل کے ناظم سے ہوا دل میرا بے حد مسرور
بزم ہستی ابھی خالی نہیں انسانوں سے

رُباعی

انسان کے لیے راہ فلاح و بہبود
اس دور میں کیوں ہوگئی ایسی مسدود
یارب ترے دربار سے شیطان کی طرح
انسان بھی اب ہوگیا شاید مردود

ذاکرانِ حسینؑ سے خطاب

ناقابلِ تسلیم جسارت نہ کرو
تاریخ کے مضمون میں خیانت نہ کرو
بے پردگیٔ زینب و کلثوم سے تم
ناموسِ پیمبر کی اہانت نہ کرو

ساقی

اب تو یہ گردشِ ایام بدل دے ساقی
میکدے کے سحر و شام بدل دے ساقی
برہمی سے تری چھائی ہے اداسی جن پر
مسکراکر وہ درو بام بدل دے ساقی
بارش کیف سے فردوسِ مسرت کردے
یعنی یہ دوزخِ آلام بدل دے ساقی
اب تو اپنی نگہہ مست کو جنبش دے کر
میکشوں کی روش عام بدل دے ساقی
بادۂ امن وسکوں اب تو پلادے سب کو
اب تو ذہنیتِ اقوام بدل دے ساقی
زندگیوں کا ہماری جو ہوا تھا آغاز
اب اُسی سے تو یہ انجام بدل دے ساقی
لے لے ناظمؔ سے رِندانہ لباس اب اس کا
اوراسے جامہ احرام بدل دے ساقی

غزل

فضائے دشت میں صحنِ چمن کی بات نہ کر
اُلجھ کے خاروں میں سرو وسمن کی بات نہ کر

ہر ایک صبح وطن جس کی شام غربت ہو
کسی غریب سے ایسے وطن کی بات نہ کر

مجاہدوں کا تو ہر وقت مشغلہ ہے یہی
تو ان کے سامنے تیغ وکفن کی بات نہ کر

نگاہیں کھیلتی ہیں میری لالہ و گل سے
مرے حضور تو کوہ و دمن کی بات نہ کر

اس انقلاب نے خلوت نشیں کیا جن کو
کبھی توان سے کسی انجمن کی بات نہ کر

ازل سے ہم تو ہیں یزداں پرست اے ناظمؔ
ہمارے سامنے تو اہرمن کی بات نہ کر

غزل

زندگی خون میں نہائی ہے
جب یہ دنیا سمجھ میں آئی ہے
تجھ سے جب بھی نظر ملائی ہے
تہمتِ مے کشی اُٹھائی ہے
یاد جب تیری دل میں آئی ہے
خود بخود روح مسکرائی ہے
اِس ادا سے چمن میں آئی خزاں
میں یہ سمجھا بہار آئی ہے
عشق کی مصلحت کو کیا کہیے
حسن سے خود شکست کھائی ہے
پھر ارادہ وہیں کا ہے ناظمؔ
دل نے ٹھوکر جہاں پہ کھائی ہے

رُباعی

کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا معبود
کیوں جبر وتشدد ہوئے اب لا محدود
دنیا میں نہیں ایک بھی جب ابراہیم
کیوں پیدا ہوئے پھر یہ لاکھوں نمرود

غزل

دلِ ساقی تو کیا پتھر میں بھی تاثیر ہوجائے
درِ میخانہ پر اک نعرۂ تکبیر ہوجائے

میرے ہرلفظ میں اے کاش یہ تاثیر ہوجائے
کوئی شمشیر ہوجائے تو کوئی تیر ہوجائے

گماں ہونے لگے مجھے اپنے آزاد ہونے کا
کم از کم اتنی لمبی تو مری زنجیر ہوجائے

زبانیں کاٹی جاتی ہوں جہاں صرف اک جنبش پر
مناسب ہے وہاں پرآدمی تصویر ہوجائے

جسے مرغوب ہو جوبات اس کی انتہا کردے
یزید و شمر ہو یا آدمی شبیر ہوجائے

ابھی رہ منتظر تو آنے والے وقت کا ناظم
بہت ممکن ہے یہ تخریب ہی تعمیر ہوجائے

مہمان سے خطاب

اے محبّ اے محترم اے میرے مہمان عزیز
تیرے قدموں پر تصدّق یہ مری جان عزیز

میرے گھر پر تری آمد لائق صد ناز ہے
تیری آمد پر مجھے واللہ بے حد ناز ہے

لیکن ایسے وقت میں اے دوست کیوں آیا ہے تو
اک ہجومِ فکر میرے واسطے لایا ہے تو

اس جگہ فتنوں کا ہے انجام سا آغاز ہے
یعنی دس دن سے مزاج شہریت ناساز ہے

فرق کچھ ایسا یہاں کے آگیا دستور میں
کیا کہوں کیا انتشار اس وقت ہے جے پور میں

چاہتے ہیں اربابِ حکومت یہ نظام
ٹیکس ہر شے کی در آمد پرلیا جائے مدام

خود کوئی ننگا رہے یا خود کوئی بھوکا مرے
کچھ بھی ہو لیکن حکومت کے خزانے کو بھرے

اس نظامِ نو پہ جب لوگوں نے کیا احتجاج
ہوگیا کچھ اور بھی برہم حکومت کا مزاج

اور جھنجھلاکر حکومت نے یہ کہا صاف صاف
ہو نہیں سکتا کسی صورت بھی اب حاصل معاف

شہریوں نے کردیا ہے اس لیے بازار بند
صرف اک بازار ہی کیا سارے کاروبار بند

غلغلہ ہے کوچہ و بازار میں ہڑتال کا
آرہا ہے لطف دنیا کو چھپنیا کال کا

روپے بھی جیب میں ہیں جنس بھی دوکان میں
لیکن اس کا مول لے لینا نہیں امکان میں

آگ لگ جائے کہیں اس وقت اور اس دور کو
کیا تو خود کھائے کوئی اور کیا کھلائے اور کو

صبح سے جو شام تک کرتے ہیں مزدوری غریب
جب کہیں لاتے ہیں وہ دس بارہ آنے نصیب

چاہتے ہیں جنس اب کوئی لائیں بازار سے
پیچھا بچوں کا چھڑائیں بھوک کے آزار سے

یہ ارادہ کرکے جس بازار میں آتے ہیں وہ
جنس کوئی بھی کسی عنوان نہیں پاتے ہیں وہ

سب ہی کچھ ہوتے ہوئے کچھ بھی نہیں بازار میں
جب نہیں ملتی کوئی شے بھی کہیں بازار میں

گھر میں آکر غرق بحرِ غم ہوجاتے ہیں وہ
بیوی بچوں کے لیے بھوکے ہی سوجاتے ہیں وہ

یہ ہلاکت اور اس پر یہ مصیبت کیا کہوں
کیا کہوں اب تم کو اے اہل حکومت کیا کہوں

یہ وہی بھوکے ہیں جن بھوکوں نے وقت انتخاب
تم کو اپنا ووٹ دے کر کے بنایا کامیاب

یہ وہ بھوکے ہیں کہ جن پر ہے حکومت کا مدار
یہ وہ بھوکے ہیں جنہوں نے تم کو بخشا اقتدار

یہ تو بھوکے سوئیں اپنے جھونپڑوں میں شام سے
صبح وشام تم اپنے محلوں میں رہو آرام سے

انتہا بھی ہے کوئی اس ظلم اس بیداد کی
یاد رکھو بات یہ اک شاعر آزاد کی

جس میں روٹی پیٹ بھر کے کھا نہیں سکتے غریب
ہو نہیں سکتا دوام ایسی حکومت کو نصیب

❁❁❁

نظم

وہ مقدس بارگاہ کیف یعنی بیت اللہ
جس میں ہوتاہے نزولِ رحمت صبح تاشام
بارش الہام ہوتی ہے جہاں شام و سحر
عرش اعظم سے آتے ہیں جہاں جلوہ پہ الہام
جس جگہ ہوتی ہے آکر صیقل قلب و دماغ
جگمگاتاہے جہاں آتے ہی ذہنِ خاص و عام
گیسوئے ادراک ہوتے ہیں جہاں آراستہ
اور سنور جاتی ہے جہاں زلف شعورِ نا تمام
ایک سانچے میں ڈھلتے ہیں جہاں محمود و ایاز
ایک ہی صف میں جہاں ہوتے ہیں آقا و غلام
ڈالی جاتی ہے بنائے آدمیّت جس جگہ
جس جگہ انسان بن جاتاہے انساں تمام
جس جگہ جھکتی ہے طور و عرش اعظم کی جبیں
جس جگہ ہوتاہے بندوں سے خدا ہم کلام
وہ جہانِ پر محبت وہ جہانِ پرخلوص
وہ جہانِ با صفا جس میں ریاکاری حرام

☆☆☆

چھوٹی سی بات

ملکہ نسیم

مدیر ''نخلستان'' جے پور

''لعلِ مذاب'' جناب ناظم سنبھلی کی نظموں ، غزلوں اور رباعیوں کا مجموعہ ہے۔اس مجموعے کے ذریعہ ناظم سنبھلی نے اپنے من کی دنیا میں جھانکنے کا موقع فراہم کیا ہے ۔ اور اپنے دماغ کے دریچے بھی کھول دئے ہیں۔اپنے شعور فن کا پتہ بھی دیا ہے اور اپنے سوز دروں کی حرارت بھی ظاہر کردی ہے ۔ یہ درست ہے کہ شاعر کی شخصیت آسانی سے داخلی اور خارجی دائروں میں تقسیم نہیں کی جا سکتی پھر بھی موضوع کے اعتبار سے مطالعہ کے لئے انہیں الگ کر سکتے ہیں۔ خارج اپنا مادّی وجود رکھتا ہے۔داخلیت اس کا ردِّعمل ہوتی ہے۔اس طرح خیال سے جذبے کی راہ نکلتی ہے اور جذبہ بھی ذہن کا غماز بن جاتا ہے۔

موضوع کے انتخاب اور جذبات کا اظہار دونوں سے شاعر کے متعلق رائے قائم ہوسکتی ہے۔ناظم سنبھلی کے یہاں انتخاب، اظہار دونوں میں حسن ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے لئے مناسب انداز بیان بھی

تلاش کیا ہے ۔ یہاں تک کہ ایسی نظمیں بھی جو بادی النظر میں کسی وقتی موضوع سے متعلق معلوم ہوتی ہیں ۔اپنا خوبصورت لباس رکھتی ہیں ۔

ناظم سنبھلی کی نظموں اور غزلوں دونوں میں لطافت ملتی ہے ۔ کیوں کہ وہ نظموں میں بھی اس غنائیت اور تغزلانہ کیف کو برقرار رکھتے ہیں جس سے غزل خالص وارداتی چیز بنتی ہے ۔ ناظم سنبھلی کا کلام غزل ، نظم ،قطعہ رباعی ادبیت میں رچا ہوا ہے ۔ان کے کلام کی ادبی روایات ہیں۔ یہ ایک گداز طبیعت ، دردمند دل ،حساس شخصیت کا کلام ہے ایک محبت کرنے والے اعلیٰ ظرف دوست کی گفتار ہے ناظم سنبھلی کے کلام میں دل ودماغ دونوں کا نور ہے۔

میں لعلِ مذاب کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ جناب ناظم سنبھلی بہت متاثر ہوکر شعر کہتے ہیں۔محض شعر کہنے کے لئے وہ اپنے خیالات مجتمع نہیں کرتے ، بلکہ ان کے جزئیات میں تحریک پیدا ہوئی ہے جب وہ کیف وسرور کے عالم میں ڈوب جاتے ہیں،اس وقت ان کے دل ودماغ شعر گوئی پر آمادہ ہوتے ہیں۔ایک حقیقی اور فطری شاعر ایسا ہی کرتا ہے۔اس کی شاعری جذبات و واردات کی تابع ہوتی ہے۔محض شعر گوئی کی نہیں۔ یوں اردو میں قافیہ پیماں اساتذہ کی کمی نہیں لیکن یہ چیز ناظم سنبھلی کو دوسرے اساتذہ سے الگ کرتی ہے ، وہ سوز وساز فطرت و جذبۂ عاشقانہ کے بغیر شاعری نہیں کرتے ۔

جب محبت کے نشے میں چور ہوجاتا ہوں میں

معرفت سے اپنی کوسوں دور ہوجاتا ہوں میں
تو محبت کی نگاہوں سے نہ دیکھا کر مجھے
تیری آنکھوں کی قسم مغرور ہوجاتا ہوں میں

ناظم سنبھلی کی غزلیات، رباعیات، قطعات اور نظمیات کو خواہ سرسری طور پر کوئی پڑھے خواہ نمایاں طور پر یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ ناظم سنبھلی کی آواز بہ یک وقت نرم اور متوازن ہے سیدھی، سنجیدہ و حساس ہے۔ خیالات و جذبات، قلب ونظر اس تربیت وتہذیب کا پتہ دیتے ہیں جس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ الفاظ و بیان میں قابلِ رشک شگفتگی ہے۔ ان کے ہر شعر کے آئینے میں ان کا کردار جھلک رہا ہے۔ سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ان کا کلام برابر ترقی کرتا ہوا نظر آتا ہے سطحیت تو ان کے کلام میں کہیں ہے ہی نہیں۔ ایک بڑھتی ہوئی گہرائی جس میں برابر تہیں بڑھتی جارہی ہیں، ایک بلندی جو نئی منزلیں تلاش کرلیتی ہے، ایک ایسی تنقیدِ حیات جو سادہ و پرکار ہے، ایک ایسا اندازِ بیاں جو چونکہ بے تصنع ہے اس لئے بے حد دلکش ہے۔ ناظم سنبھلی کا زندگی سے، انسانیت سے، کائنات سے فطری اور پرخلوص لگاؤ، یہ ہیں وہ خصوصیات جو ناظم سنبھلی کی شاعری کو امتیازی رنگ عطا کرتی ہیں۔

ناظم سنبھلی شعور کی حدوں میں داخل ہونے سے قبل ہی جے پور والد کی ملازمت کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ ان کی شعری تربیت شہرغزل کے خوبصورت ماحول جے پور میں ہوئی۔ جے پور قابلِ مبارکباد ہے کہ اس کے دامن میں پناہ گزیں شخصیتوں کو لازوال عروج ملا۔ مجھے یقین ہے اردو کے سنجیدہ ادبی

حلقوں میں ''لعل مذاب'' کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔☆☆